ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی☆

مقامِ محمد ﷺ

احادیث کی روشنی میں(۱)

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اسی کو ہم قرآنِ حکیم کہتے ہیں۔ قرآن کا ہر لفظ اور حرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ جو لوگ صرف قرآنِ حکیم کے مضامین و مطالب کو وحی سمجھتے ہیں وہ شدید گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی کتابِ مقدس میں اپنی کتاب کا جس طرح ذکر کیا ہے اُس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اِس کتاب کے الفاظ قلبِ محمدی پر اتارے گئے۔ یہ کتاب حق کے ساتھ نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (۲)

ایسی کتنی ہی آیات کتابِ مقدس کے بارے میں موجود ہیں۔ ہم صرف ایک اور آیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں مسلمانوں سے راست خطاب ہے اور قرآنِ حکیم پر ایمان کو مسلمان ہونے کی لازمی شرط کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ "کتاب" کا لفظ ہی اس کے منزل من اللہ ہونے کی شہادت ہے۔(۳)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ
نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ (۴)

☆۔ ڈائریکٹر مرکز مطالعہ سیرت، سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، کراچی۔

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور اس
کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور اُس کتاب
(۵) پر جو پہلے نازل کی تھی، اور جو کوئی اللہ پر اور اُس کے
فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور یوم قیامت پر یقین
نہ رکھے اور ان (سب) سے انکار کرے تو وہ بہک کر گمراہی میں
بہت دور جا پڑا۔

قرآنِ مجید کے احکام کی علمی و عملی تشریح و تفسیر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک اور عملِ کامل کے ذریعے فرمائی۔ نماز کے اوقات، نماز کے اجزا، زکوٰۃ کا نصاب، حج کے مناسک سے لے کر آدابِ نشست و برخاست، گفتگو، باہمی معاملات تک زندگی کے ہر گوشے اور پہلو کے بارے میں آپ نے قیامت تک کے لئے ہماری راہیں منور فرمادیں۔

قرآنِ حکیم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، مرتبۂ عظیم اور اخلاق کے کتنے ہی پہلو اور گوشے سمٹ آئے ہیں۔ ربِ محمد ﷺ کا احسان ہے کہ یہ ہیچ مداں حیاتِ محمدِ عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآنِ حکیم کے آئینے میں پیش کر چکا ہے۔ مگر وہ عکس عکسِ ناتمام ہے اور ایسا ہر عکس عکسِ ناتمام ہی رہے گا۔

احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کچھ اپنی ذاتِ مبارکہ کے بارے میں فرمایا ہے وہ تکمیلِ فرائضِ رسالت کا ایک حصہ ہے۔ اسمائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اخلاق و شمائلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فضائلِ سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلام علیہ، مجموعہ ہائے حدیث کے مستقل ابواب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو یہ ہے کہ آپ کو بنی آدم کے بہترین طبقوں میں اور خیر القرون میں پیدا کیا گیا، اور آپ کا قرن آپ کا قرن ہے اور یہ قرن ہمیشہ قرنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر تاریخِ انسانی کے سر پر درخشاں تاج کی طرح چمکتا رہے گا۔

احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ کے وہ فضائل بھی سمٹ آئے ہیں

جو آپ کی اُمت کے فضائل کی بنیاد ہیں اور جن سے ہمارا خیرِ امت ہونا ثابت ہوتا ہے اور قرآنِ حکیم تو حیات واخلاق و مرتبۂ محمدیؐ کا آئینہ خانہ ہے ہمہ جہت اور لازوال۔

احادیث میں سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اسمائے گرامی ہیں اُن میں آپؐ کے مرتبہ کے کتنے ہی گوشے سمٹ آئے ہیں۔

عن جبیر بن مطعم اَنّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی، و انا والعاقب الذی لیس بعدہ نبی احد (٦)

حضرت جبر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے بہت سے نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، وہ محو کرنے والا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں اور لوگ یومِ حشر میرے قدموں پر اُٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں، اور وہ عاقب جس کے بعد کوئی (نبی) نہیں۔

اس حدیثِ مبارکہ میں آپؐ کا اسم ذاتی محمد ہے اور وہ نام (احمد) جو بشارت عیسیٰ سے تعلق رکھتا ہے اور آپؐ کے دوسرے ذاتی نام کے درجہ پر فائز ہے، احمد

اس حدیث میں "ماحی"، "حاشر" اور "عاقب" آپؐ کے صفاتی نام ہیں۔ یہ سب آپ کے رتبہ عظیم کے نقش ہیں۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد ہے۔ اس لفظ کا مادہ "ح م د" ہے۔ حسن کے انتہائی مکمل نمونے، یا اُس کے آثار کو دیکھ کر جو جذبات ستائش پیدا ہوں ان کے اظہار کو حمد کہتے ہیں۔

محمد کے معنی ہیں وہ ذات جو مسلسل حمد و ستائش کی سزاوار ہو۔ احمد کے معنی ہیں جو بہت زیادہ اور مسلسل حمد و ستائش کرے۔ احمد اور محمود یہ دونوں نام ایک دوسرے کا ضمیمہ

ہیں۔ یہ کائنات اور اہلِ ایمان "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ستائش میں مصروف ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ پاک اللہ تعالیٰ کی حمد میں مصروف تھا۔ محمد کے معانی میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ جس کی بے شمار خصلتیں حمد و ستائش کی سزاوار ہوں،

الذی کثرت خصاله المحموده

احمد آپ کا وہ نام ہے جو بشارتِ عیسیٰؑ میں آتا ہے۔ اور یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ احمد اور محمد ہی صاحبِ مقامِ محمود ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ مقام جو کلیۃً وجہِ حمد و ستائش ہو اور جہاں نہ خوف ہو اور نہ حزن۔ صلی اللہ علیہ وسلم!

تمام انبیائے کرام علیہم السلام کفر کو مٹانے کے لئے اس دنیا میں آئے فخرِ آدم و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کفر اور شرک کی تمام صورتوں اور پہلوؤں کو انسان کے سامنے پیش کیا گیا، شرک جلی و خفی کی ہر صورت آشکار ہو گئی اور آپ نے اپنے پیغام اور ذات سے اس کے تمام پہلوؤں کو مٹا دیا۔ یوں آپ ماحی ہیں، اسی طرح آپ تمام انسانوں سے پہلے یوم حشر سب سے پہلے قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے کیونکہ آپؐ کے مراتب میں یہ رتبہ بھی شامل ہے کہ آپؐ اپنی اُمت اور اُمم سابقہ پر شاہد ہوں گے۔ اس اعتبار سے آپؐ حاشر ہیں، آپ وجودِ اول اور نبی آخر الزماں ہیں، اسی لئے عاقب آپ کا ایک نام ہے۔ آپ کے بعد دوسرے پیغمبر ساز فرقے اس بدیہی قرآنی حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ قرآنِ حکیم میں آپ سے پہلے کے انبیا اور اُن کی تعلیمات کا ذکر ہے۔ مگر آپ کے بعد کسی نبی کے آنے کا کوئی اشارہ نہیں بلکہ واضح طور پر فرما دیا گیا کہ!

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (۷)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کے طور پر پسند کر لیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یہ نام بیان فرمائے!

انا محمد و احمد و المقفٰی و الحاشر ونبی التوبۃ و نبی الرحمۃ (۸)

میں محمدؐ ہوں، احمدؐ ہوں، مقفیؐ ہوں، حاشرؐ ہوں، نبیٔ توبہ ہوں اور نبیٔ رحمتؐ ہوں۔

مُقفی کا مادہ ق ف و ہے۔ مُقفی کے معانی ہوئے کسی چیز کے پیچھے پیچھے چلنے والا۔ محمد اور احمد کے بعد آپ نے اپنے آپ کو مقفی فرمایا یعنی یہ بے حد حمد کرنے والا اور خود وجہ ستائش پیہم اللہ اور اس کے احکام کے پیچھے چلنے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اطاعتِ رب کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔ اس درجہ اطاعت پر کوئی نہیں پہنچا۔ ہر نفس حمد اور ہر سانس شکر و اطاعت سے عبارت تھی۔ القفیہ برتری اور بزرگی کو بھی کہتے ہیں۔ یوں المقفٰی وہ ذات ہوئی جسے اُس کے رب نے برتری عطا فرمائی۔

سیدِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبیٔ توبہ اور نبیٔ رحمتؐ ہونے پر قرآنِ عظیم شاہد ہے اور مسجدِ نبوی الشریف میں استوانۂ توبہ آپؐ کے نبیٔ توبہ ہونے کی تاریخی گواہی ہے۔ کسی کے لئے آپؐ کا استغفار فرمانا اُس کی مغفرت اور قبولِ توبہ کے لئے کافی ہے۔

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نبیٔ توبہ تھے۔ آپؐ کو جنہوں نے دیکھا، جنہیں قربت کی سعادت حاصل ہوئی وہ اُن راستوں سے پلٹ آئے جو گمراہی و ضلالت کے راستے تھے۔ آپ کی رفاقت و ہدایت نے انہیں سعادت و ایمان کی راہوں کا رہبر بنادیا۔ اپنے راستے سے اُن کا لوٹنا ہی وہ حقیقی توبہ تھی جس نے انہیں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے برگزیدہ گروہِ انسانیت بنا دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور آج بھی آپ کی زندہ تعلیمات، روشن اسوہ اور جاوداں الفاظ گناہ گاروں کے لئے باعث توبہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ ذات اور الفاظ آج بھی نشاناتِ راہ ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ ہمارے بُرے اعمال کا خسران آپؐ کے بتائے ہوئے راستے پر لوٹ آنے سے سعادت و توفیق میں بدل جاتا ہے۔ جب ہم اپنی عملی یا ذہنی گمراہی کو چھوڑ کر سراجِ منیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے پر سفر کرتے ہیں تو ہمارا ہر قدم کم سے کم توفیقِ الٰہی کی طرف دو قدم بن جاتا ہے۔ ایک قدم وہ جو گمراہی سے دور کرتا ہے، دوسرا قدم وہ جو منزلِ سعادتِ عظمٰی سے قریب کر دیتا ہے۔ یہ

توبہ، ہمارے لئے باز آفرینی کا عمل ہے۔ نبیُ توبہ کی اتباع ہماری خاکستر کو ہمارے لئے سامانِ وجود بنادیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیُ رحمتؐ ہیں۔ قرانِ حکیم نے آپؐ کو مومنوں کے لئے رؤف ورحیم کہاہے۔ اللہ کے رؤف ورحیم ہونے میں شرکت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اُس معبود کی صفات، اُس کے اعمال اور اُس کی ذات میں کوئی اُس کا شریک نہیں، لیکن اُس کے اسمائے حسنیٰ انسانی ذات کے کمالات کو ناپنے کا پیمانہ ہیں۔ یہی وہ معیار ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کس حد تک اللہ کے رنگ میں رنگ گیا ہے اور اللہ کے رنگ سے اچھا رنگ اور کیا ہوگا؟

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ (۹)

(کہو) اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور اللہ سے بہتر رنگ اور کس کا ہوگا؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔(۱۰)

رافت اور رحمت ایک ہی صفت کے دو مرحلے ہیں۔ رافت یہ ہے کہ مضر باتوں اور موانع کو دور کیا جائے اور رحمت اسبابِ راحت کو فراہم کرنا ہے۔ رافت رفعِ بلا ہے اور رحمت عطائے راحت ہے۔ حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدازِ قلب رافت کا سرچشمہ تھا اور آپؐ کے وجود کا استحکام اور دستِ قلب رحمت کا منبع۔ آپؐ کی رحمت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ظاہر و باطن کو انسانیت کے لئے پیمانہ بنادیا۔ آپؐ کا وجودِ پاک اُن کے لئے نشو و نما کے سامان کی طرح تھا۔ رحمۃ للعالمین کی ذاتِ گرامی مومنوں اور تمام عالموں کے لئے اللہ کا احسان تھی، اور یہ رحمتِ تمام بلا اُجرت و مزد تھی۔ انبیائے کرامؑ کا اجر تو اُن کے رب کے پاس ہوتا ہے۔ رحمت میں تسلسل کا پہلو بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ نبوت کے ۲۳ سال مسلسل رحمت کا نمونہ ہیں۔ مومن تو آپؐ کے لئے سب کچھ تھے ہی، آپؐ تو کفار کی بھلائی اور ہدایت کی دعاؤں اور تمنا میں اپنی راتیں یوں کاٹ دیتے کہ کائنات کے دل کی دھڑکنوں میں بھی اضطراب پیدا ہوجاتا۔

آپؐ کے دوسرے اسمائے گرامی قرآنِ کریم کے حوالے سے آئیں گے۔ اب ہم

فضائلِ سید المرسلین صلوٰۃ اللہِ وسلام علیہ کے سلسلہ کی چند احادیث پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ ان احادیث میں بھی آپ کے اسمائے گرامی آتے ہیں اور اُن کے بارے میں بھی کچھ عرض کیا جائے گا۔ مسلم شریف کی یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

وعن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا سید ولدآدم یوم القیامة، واول من ینشق عنه القبر، واول شافع و اول مشفع (۱۱)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اولادِ آدم (علیہ والسلام) کا سید و سردار ہوں گا اور میں پہلا شخص ہوں گا جس سے قبروں کے شق ہونے کا آغاز ہوگا اور میں پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میں وہ پہلا ہوں گا جس کی شفاعت قبول ہوگی۔

حضور فخرِ موجودات صلوۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ حضرت انسؓ کی یہ حدیث بھی مسلم میں موجود ہے، سید کے لفظ میں بھی یہ مفہوم موجود ہے۔ سید وہ ہے جس کے ساتھ بڑی جماعت ہو اور جو صاحبِ اختیار و اقتدار ہو، اسی لئے یہ لفظ بادشاہ، آقا اور جماعت کے سردار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض اپنی جماعت کی کثرت کی وجہ سے سید نہیں ہیں بلکہ آپ کی ذات توقیر و سعادت اور جلالت و سیادت کا منبع ہے۔ اور انہیں عناصر سے آپ کا خمیر گوندھا گیا۔ پھر "سید ولد آدم" میں تمام زمانوں کے انسان سمٹ آئے ہیں، اور ہر دور کے انسانوں کا سردار وہی ہو سکتا ہے جو وجہِ تخلیقِ عالم ہو۔

اس حدیث کے اس ٹکڑے پر غور فرمایئے کہ میں پہلا شخص ہوں گا جس سے قبروں کے شق ہونے کا آغاز ہوگا۔

اس کے معانی یہ ہوئے کہ قیامت، حشر اور پھر ابدی زندگی کا آغاز اُس "وجودِ اول" سے ہوگا جو اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے،

یعنی اُن کی تخلیقِ جسمانی نہیں ہوئی تھی۔

وعن ابی هريرةؓ قال قالوا یا رسول الله متی وجبت لك النبوة ، قال و آدم بين الروح والجسد (١٢)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے لئے نبوت کب واجب (ثابت) ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اب مسئلہ شفاعت کی طرف آتے ہیں، جس کے بارے میں بعض حضرات نے جو کچھ فرمایا ہے وہ مرتبہ نبوت کے منافی ہے اور مرتبہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبری کا اظہار ہے۔ حضرت ختم الرسل نے اپنے آپ کو پہلا شافع فرمایا اور پہلا مشفع یعنی جس کی شفاعت مقبول ہوگی۔ آج کے عہد میں بہت سے صاحبان نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے انکار کرتے ہیں۔ اُن کا فرمانا ہے کہ یوم الدین صرف اللہ کی حکمرانی کا دن ہے اور اُس دن کوئی نفس کسی نفس کے لئے کچھ نہ کرسکے گا۔ وہ دن اللہ واحد و قہار کا ہوگا آخر یہ تو فرمائیں کہ کون سا دن اللہ واحد و قہار کا نہیں ہے؟ کس دن اُس کی حکمرانی نہیں ہے؟ کس دن اُس کے حکم کے بغیر کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ابنیاءؑ اور ملائکہؑ کب اُس کے اذن کے بغیر کچھ کرسکتے ہیں، آیت الکرسی کے چھ لفظ ساری حقیقت کا احاطہ کرلیتے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (١٣)

کون ہے جو اُس کی بارگہ عالیہ میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے؟

کفار و مشرکین عرب اپنے دیوی دیوتاؤں اور فرشتوں کو خالقِ اکبر اور رب الارباب کے حضور اپنا سفارشی سمجھتے تھے۔ ویسے ایک بلند تر ہستی کا تصور اُن کے ہاں موجود تھا، لیکن وہ بتوں اور فرشتوں کو اُس کے حضور اپنا شفیع سمجھتے تھے، بلکہ یہ یقین رکھتے تھے کہ ان بتوں کی مرضی اُس کی مرضی ہے۔ یہ شرک آج بہت سے مسلمانوں میں بھی موجود ہے، جو اپنے پیر، اپنے مرشد، ماضی کی کسی عظیم ہستی اور ولی کی شفاعت کے یوں قائل ہیں کہ معاذ

اللہ، خدائے برتر کہیں درمیان میں نہیں آتا۔ قرآنِ کریم اس مشرکانہ تصور کی جڑ کاٹتا ہے۔ اللہ کے حضور اُس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکتا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ شفاعتِ محمدی ﷺ کا نکتہ بے غبار انداز میں سامنے آجاتا ہے۔ اللہ شفاعت کا یہ مقام اور کسے عطا فرمائے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کے طفیل، اُن کے صحابہؓ، اُن کی اُمت کے اولیا کو شفاعتِ صغریٰ کی منزلت عطا کی جائے گی۔ جب کم سن بچوں کی موت ماں باپ کے لئے شفاعت بن سکتی ہے، جب آدمی کے اپنے اچھے اعمال شفاعت کا درجہ رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو حدیثِ غار) تو نبیٔ آخرالزماں ﷺ کے بارے میں یہ شک کیسا کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفاعتِ کبریٰ کے منصب سے نہیں نوازے گا۔ اس سلسلہ کی مفصل احادیث آگے پیش کی جائیں گی۔ رہی بات اِذن کی تو ہم پہلے ہی عرض کرچکے ہیں کہ "انبیاؑ اور ملائک کب اس کے اذن کے بغیر کچھ کرسکتے ہیں" رسول ﷺ اپنے اللہ کے حکم ہی سے انسانوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے۔

وَدَاعِیًا إِلَی اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ○ (۱۴)

اور (رسول) اللہ کی اجازت ہی سے اُس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ ہے۔

آیت الکرسی سے پہلے سورۂ البقرہ کی آیت ۱۲۳ میں فرمایا گیا ہے کہ!

اُس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے ذرہ برابر کام نہ آئے گا، کسی سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، اور کوئی سفارش فائدہ نہ دے گی اور مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی۔

یہ آیت شفاعتِ محمدی ﷺ کے تصور سے نہیں ٹکراتی۔ آیت ۱۲۲ میں بنی اسرائیل سے تخاطب ہے اور اُنہیں کے جرائم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اُن سے کہا گیا ہے کہ میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی تھی۔ بنی اسرائیل نے اس کے باوجود انبیا کو ناحق قتل کیا، اللہ کے احکام اور حدود کو بار بار ٹھکرایا۔ یہ وہ جرائم ہیں جن کی کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ شرک اور قتلِ ناحق جیسے جرائم کے مرتکب شفاعت کے حق دار نہیں ہوں گے۔

قرآنِ حکیم نے کئی مقامات پر اِن جرائم کی نشان دہی کی ہے جو مجرم کو شفاعت

سے محروم کردیتے ہیں، مثلاً سورۃ النساء کی آیات ۱۷۲ اور ۱۷۳۔ اوہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور اکڑ دکھائیں، بندگی سے گریز کریں اور تکبر کو اختیار کریں، وہ اپنے آپ کو شفاعت کے دائرے سے باہر نکال دیتے ہیں۔

وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیْرًا ۝ (۱۵)

اور جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا (اور اللہ کے مقابل) تکبر کیا ہے اُن کو اللہ عذابِ الیم دے گا اور اللہ کے علاوہ وہ اپنے ولیوں اور مددگاروں کو (جن پر اُن کا تکیہ تھا) وہاں موجود نہ پائیں گے۔

قرآنِ حکیم کے یہ اور ایسے دوسرے مقامات سرورِ کائنات، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی تصدیق ہی کرتے ہیں کیونکہ اِن جرائم کی تباہی اور تباہ کاری کو آپ نے بار بار پیش فرمایا اور اس انتباہ کے ساتھ کہ ایسے لوگوں پر جنت حرام ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اپنی اُمت اور اممِ سابقہ کے اُن گنہگاروں کے لئے ہوگی، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے منہ نہ موڑا، گناہوں کے مرتکب ہوئے مگر ذات و صفاتِ رب العزت کے قائل رہے اور اِس باب میں شرک نہ کیا۔ اِس نکتہ کو نہ سمجھنے والوں نے شفاعت کے عقیدہ کو دین کی عمارت کا "انہدام" قرار دیا ہے اور "الا باذنہ" کو مطلقاً نظر انداز کر دیا۔ یہ حضرات اُن حدیثوں کے بھی منکر ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے لئے قیامت کے دن اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے، اور اللہ اُن کی شفاعت کو قبول فرمالے گا۔ یہ حضرات "قانونِ مکافاتِ عمل" کی اپنی توجیہہ اور تعبیر کو معاذ اللہ، رب العزت کے اختیارات سے بالاتر سمجھتے ہیں۔

دنیا کے ہر قانون میں جرائم کی سزائیں مقرر ہوتی ہیں مگر ایک ہی جرم کے احوال وکوائف کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے اور استثنیٰ کی شکلیں بھی موجود ہوتی ہیں، مثلاً قتل حرام ہے مگر ناحق، ویسے قصاص آئینِ اسلام کا حصہ ہے۔ اسی طرح مرتد اور شاتمِ رسولؐ کی سزا

قتل ہے۔ پھر اسی دنیا کے آئین و دساتیر میں صدر یا کسی اور مجاز ادارے کو موت کی سزا کو معاف کر دینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت، اُس کے قانونِ مکافاتِ عمل کے سلسلہ میں معطل ہو جاتی ہیں اور پھر عمل کے سلسلے میں نیت کا یقین کون کرے گا؟ اس پہلو پر بھی غور فرمایئے کہ جس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ اللہ کا قانون، اُس کی کتاب اور اُس پر عمل کرنے کے طریقے ہمیں عطا کئے گئے کیا امتیوں کے حق میں اُس کی شفاعت اس دنیا میں اور آنے والی دنیا میں قبول نہ ہوگی؟ رسول الرحمۃ ﷺ کی شفاعت تو اِس آیت قرآنی میں بھی شفاعت کے لفظ کے بغیر موجود ہے۔ تمام رسول اور خاص طور پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اِسی لئے دنیا میں تشریف لائے کہ اللہ کے اذن سے اُن کی اطاعت کی جائے اور اِس اطاعت کی جزا اُن کی سفارش اور شفاعت پر گناہوں اور سزا سے معافی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ
اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (۱۶)

ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے وہ اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اُس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے تو وہ آپؐ کے پاس آجاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور رسول بھی اُن کے لئے استغفار (اور معافی کی درخواست) کرتا تو وہ یقیناً اللہ کو تواب اور رحم کرنے والا پاتے۔

یہاں ہمیں ہادئ نوعِ بشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتِ کبریٰ کے سلسلہ میں کچھ اور عرض کرنا ہے اور شفاعت کے باب میں ایک مفصل حدیث پیش کرنی ہے۔ شفاعت سے متعلق اتنی احادیث موجود ہیں جو تواتر کے درجے تک پہنچ جاتی ہیں، اور اُن پر یقین رکھنا ایمانیات کے دائرے میں آجاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت شفاعتِ کبریٰ کے لئے لب کشائی فرمائیں گے جب حضرتِ آدمؑ سے حضرتِ عیسیٰؑ تک تمام انبیائے عظام علیہم السلام اپنے آپ میں گم اور "نفسی نفسی" کے تجربے سے گزر رہے ہوں

گے۔ حضرتِ آدم علیہ السلام کو شجرِ ممنوعہ یاد آرہے ہوں گے اور حضرتِ موسیٰؑ قبطی کے قتل کے بارے میں سوچ کر پریشان ہو رہے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کئی بار شفاعت (سفارش) فرمائیں گے، پھر دوسرے انبیاؑ کو شفاعت کا اذن عطا ہوگا، پھر اُمتِ مسلمہ کے صالحین اور شہدا شفاعت کریں گے اور اُن کے مرتبوں کو بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ یہ سفارش قبول فرمائیں گے ان شفاعتوں کی قبولیت بھی دراصل سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علوئے رتبہ کا اظہار ہوگا۔ اب ہم شفاعت سے متعلق ایک مفصل حدیث کے بعد دوسرے پہلوؤں کی طرف توجہ دیں گے، ورنہ شفاعتِ محمدی ﷺ خود ایک کتاب کا موضوع ہے۔

عن انسؓ قال حدثنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اذکان یوم القیمة ماج الناس بعضهم الٰی بعض فیاتون آدم فیقولون له اشفع لذریتك فیقول، لست لها، ولکن علیکم بابراهیم علیه السلام فانه خلیل اللّٰہ فیاتون ابراهیم فیقول لست لها ولکن علیکم بموسیٰ علیه السلام فانه کلیم اللّٰہ، فیؤتیٰ موسیٰ فیقول لست لها، ولکن علیکم بعیسیٰ علیه السلام فانه روح اللّٰہ و کلمته، فیؤتیٰ عیسیٰ فیقول لست لها ولکن علیکم بمحمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فاوتیٰ فاقول، انالها فانطلق فاستاذن علیٰ ربی، فیؤ ذن لی، فاقوم بین یدیه فاحمده بمحامد لا اقدر علیه الآن، یلهمنیه اللّٰہ ثم اخرله ساجداً فیقال لی یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لكٰ و سل تعطه واشفع، تشفع، فاقول رب اُمتی اُمتی، فیقال انطلق فمن کان فی قلبه مثقال حبة من برة او شعیرة من ایمان فاخرجه منها

فانطلق فافعل ثم ارجع الی ربی فاحمده بتملك المحامد ثم اخرله ساجدً فیقال لی یا محمد ارفع راسك وقل تسمع لك و سل تعطه و اشفع تشفع، فاقول أمتی أمتی فیقال لی انطلق فمن كان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمانٍ فاخرجه فانطلق فافعل ثم اعود الی ربی فاحمده بتلك المحامد ثم اخرله ساجدا فیقال یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لك و سل تعطه و اشفع تشفع، فاقول یا رب أمتی أمتی فیقال لی انطلق فمن كان فی قلبه ادنی ادنی ادنی من مثقال حبة من خردل من ایمان فاخرجه من النار مانطلق فافعل، ثم ارجع الی ربی فی الرابغة فاحمده بتلك المحامد ثم آخرله ساجدا، فیقال لی یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لك و سل تعطه واشفع تشفع، فاقول یا رب ائذن لی فیمن قال، لا اله الا اللّٰه، قال لیس ذاك لك ولكن، وعزتی، وكبریائی و عظمتی وجبریائی، لاخرجن من قال اله الا اللّٰه (۱۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا (اور اگلے پچھلے سب میدانِ حشر میں جمع ہوں گے) تو لوگوں میں بے انتہا اضطراب ہوگا اور ازدحام ہی ازدحام ہوگا۔ پس یہ لوگ (یا اِن کے نمائندے) حضرتِ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اپنے رب سے ہماری شفاعت (سفارش) کر دیجئے (کہ ہمیں اِس اضطراب سے نجات ملے)۔ حضرتِ آدمؑ فرمائیں گے کہ یہ میرا (اور میرے بس کا) کام نہیں۔ تم لوگ حضرت ابراہیمؑ کے

پاس جاؤ کہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ پس یہ لوگ (سوالِ شفاعت لے کر) حضرتِ ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہوں گے۔ وہ فرمائیں گے یہ کام میرے بس میں نہیں۔ تم موسیٰ کے پاس جاؤ کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ وہ (اپنی عرض لے کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ کارِ شفاعت میرے اختیار سے باہر ہے، تم حضرتِ عیسیٰ کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ یہ لوگ (درخواستِ شفاعت کے ساتھ) حضرتِ عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میرا یہ مرتبہ اور کام نہیں۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں جاؤ۔

پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے (اور درخواستِ شفاعت کریں گے) اور میں کہوں گا کہ ہاں یہ میرا کام ہے۔ پس میں اپنے رب کے پاس حاضری کی اجازت طلب کروں گا اور مجھے اجازت عطا کی جائے گی۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ خصوصی حمدیہ کلمات میری طرف الہام فرمائیں گے۔ جن سے میں اس وقت واقف نہیں۔ میں اس وقت انہیں الہامی محامد (وکلماتِ ثنا) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا اور اُس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے محمد ﷺ! سر اٹھاؤ اور جو کچھ کہنا ہے کہو، تمہاری سنی جائے گی، اور جو کچھ مانگنا ہے مانگو، عطا کیا جائے گا اور جو شفاعت کرنا چاہو کرو تمہاری سفارش مانی جائے گی۔ میں سجدہ سے سر اٹھا کر کہوں گا کہ اے میرے رب ''اُمتی اُمتی'' (میری اُمت، میری اُمت۔ اِسے بخش دیجئے) پس مجھ سے فرمایا جائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُس کو نکال لو۔ پس

میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔

پھر میں (بارگاہِ رب العزت کی طرف) لوٹوں گا اور انہیں الہامی کلماتِ حمد سے اُس کی ثنا کروں گا اور اُس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ اے محمد ﷺ! سر اُٹھاؤ، جو کچھ کہنا ہو کہو تمہاری بات سنی جائے گی، اور جو کچھ مانگنا ہو مانگو تمہیں دیا جائے گا اور جو سفارش کرنی ہو کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ میں (پھر) عرض کروں گا کہ اے میرے رب! اُمتی اُمتی تو فرمایا جائے گا کہ جاؤ اور جن کے دلوں میں ایک ذرے کے برابر (یا رائی کے دانے کے برابر) بھی ایمان ہو اُن کو بھی (اضطراب و عذاب سے) نکال لو۔ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔

پھر میں رب کی طرف لوٹوں گا اور انہیں الہامی کلماتِ حمد و ثنا کے ذریعہ اپنے رب کی ثنا کروں گا اور اُس کے حضور سجدہ ریز ہوں گا۔ پھر مجھ سے ارشاد ہوگا کہ اے محمد ﷺ! اپنا سر اُٹھاؤ، جو کچھ کہنا ہو کہو سنا جائے گا، اور جو مانگنا ہو مانگو، عطا کیا جائے گا اور جو سفارش کرنی ہو کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔ میں (سجدے سے سر بلند کر کے) کہوں گا اے میرے رب! اُمتی اُمتی، مجھ سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ اور جن کے دلوں میں ایک ذرے (یا رائی کے دانے) سے بھی کم ایمان ہو اُن کو بھی نکال لو۔

(اس ارشادِ ربانی کے بعد) میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا۔ اُس کے بعد چوتھی بار اپنے رب کے حضور لوٹ کر آؤں گا اور اُس کے عطا کردہ الہامی کلماتِ حمد کے ذریعہ اُس کی حمد ادا کروں گا اور سجدے میں گر جاؤں گا۔ اور مجھ سے فرمایا جائے گا کہ اے

محمد ﷺ! اپنا سر سجدے سے اٹھاؤ اور جو کچھ کہنا ہے کہو تمہاری سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا اور جو سفارش کرنا ہو کرو قبول کی جائے گی۔ پس میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب! مجھے اُن سب کے حق میں شفاعت کی اجازت دیجئے جنہوں نے لا الہ الا اللّٰہ کہا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (اے محمد ﷺ) یہ تمہارا کام نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، اپنی کبریائی اور عظمت کی قسم کہ میں اُن سب کو جہنم سے نکال دوں گا (نجات دیدوں گا) جنہوں نے لا الہ الا اللّٰہ کہا ہو۔

اس مفصل حدیث شفاعت کا مطالعہ کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فردائے قیامت امروز کے قالب میں ڈھل گیا ہے اور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا منظر ہمارے سامنے مجسم ہو کر آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات مقدر فرما دی ہے کہ آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ اس شفاعت کے لئے آپ کو حمد و دعا کے کلمات بارگاہِ ربانی سے عطا فرمائے جائیں گے۔ پھر آپؐ سجدہ ریز ہوں گے۔ ''عبدیت'' کی علامت سجدہ ہے اور عبدیت بلند ترین مقام ہے۔ مسندِ احمد کی روایت کے مطابق (کم سے کم) بارگاہِ خاص میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سجدہ ایک ہفتے کا ہو گا۔ یومِ حشر کے میزانِ وقت کے مطابق ہمیں نہیں معلوم کہ اس کی پیمائش کیا ہو گی، ایام اللہ میں تو ایک ایک دن ہزار ہزار سال یا پچاس ہزار سال کا ہو گا۔

اسی سے اپنی اُمت اور انبیائے سابقین کی امتوں کے لئے کائنات کے شفیق ترین انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفقت کا اندازہ کیجئے۔ اور آپؐ کی ذاتِ عالیہ سے وابستگی کا تقاضا ہے کہ اپنی عبدیت کے اظہار اور اُس کو ترقی دینے کے لئے ہم بھی اِس دنیا میں سجدے کو اپنا لیں، بلکہ سجدے کو اپنی زندگی کی شناخت بنا لیں۔ سجدہ ہے کیا؟ اپنے وجود کو رب العزت کے سامنے جھکا دینا۔ ہماری جسمانی حرکات ہماری شخصیت، احساسات اور جذبات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ بزرگوں کی دست بوسی، بچوں کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنا یا ماتھے پر بوسہ

دینا، اپنے دوستوں سے معانقہ۔ ان سب جسمانی اعمال و حرکات میں ہمارے فکر اور جذبے کی دنیا آباد ہے۔ سجدہ بندگی کی معراج ہے۔ ہمارے آقا، ہمارے سردار اور ہمارے شفیع کو "اُمتی اُمتی" کہتے ہوئے اُس وقت کتنا فخر محسوس ہوگا جب یہ امت ساجدین کی امت ہوگی، ورنہ آپؐ کی شفاعت تو ہر لا الہ الا اللّٰہ کہنے والے کو آخر الامر جہنم سے نجات عطا کردے گی۔ سجدہ نہ کرنا سرکشی کی علامت ہے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے اور قیامت کے دن سرورِ کائنات، صاحبِ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رسوا نہ کرے۔

یہ بات حدیثِ مبارکہ کے آخری ٹکڑے سے بھی واضح ہو جاتی ہے جب آپؐ نے صرف لا الہ الا اللّٰہ کہنے والوں کے حق میں شفاعت کی اجازت طلب کی اور مالکِ روزِ جزا جلالہ، نے فرمایا کہ!

لیس ذالك لك

یہ تمہارا کام نہیں

لیکن پھر اپنی عظمت و کبریائی اور عزت و جلال کی قسم کھا کر فرمایا!

میں سب لا الہ الا اللّٰہ کہنے والوں کو جہنم سے نکال دوں گا۔

اس سے لطیف نکتہ اور پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست پر یہ بات فرمائی اور آپ کی محبت کا نہ ذکر کیا، نہ قسم کھائی۔ محبت کی اس سے بلند منزل اور کون سی ہوگی جب دوست، دوست کی تمنا کو اس پر احسان رکھے بغیر پورا کر دے اور دوست بھی وہ جسے اُس کے بھیجنے والے نے مومنوں پر اپنا احسان قرار دیا ہو۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۸)

یہ نکتہ بھی اُبھرتا ہے کہ اگر ایمان کے ساتھ جو کے برابر یا رائی کے دانے کے برابر یا اُس سے بھی کم معمولی سا معمولی عمل بھی مسلمان نے کیا ہو تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول کی جائے گی، لیکن توحید و رسالت کو عقیدۃً تسلیم کرنے والے جس شخص کی زندگی میں کسی حکم کی بجا آوری، کسی عبادت کی کوئی مثال نہ ہوگی اُس کی شفاعت اللہ نے اپنے دوست کی خاطر اپنے ذمے لی ہے۔

اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللّٰہ کہا گیا ہے۔ اسے کلام کو سیاق و سباق سے

الگ کر دینے والے "شارح" عجب معانی دیتے ہیں، یعنی توحید پر ایمان نجات اور شفاعت کے لئے کافی ہے۔ لوگ اپنے آپ کو اور دوسروں کو کیسے کیسے دھوکے دیتے ہیں۔ کیا اُمتی اُمتی کی تکرار مسلسل میں "محمد رسول اللہ" موجود نہیں ہے؟

مسئلہ شفاعت پر اس گفتگو کے بعد آگے بڑھنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت، رحمت اور رافت کا تقاضا ہے کہ آپ کی شفاعت ہمیں معاذ اللہ گناہوں پر جری نہ بنا دے۔ آپ تو انسان کی قبائے ذات کو، اپنے رب کی صفات کے رنگوں سے رنگنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ کی تعلیمات کا مقصد ہی زمین کو توازن، اعتدال، امن و امان، نور اور عدل کا گہوارہ بنا دینا تھا اور جو فساد بر و بحر پر پھیل گیا تھا اس سے نجات دلانا تھا۔ اسی لئے مسلمانوں کو بہترین امت قرار دیا گیا کہ آپ کے بعد بھی وحی کے علاوہ علماء و اولیا کے ذریعہ کارِ نبوت و ہدایت جاری رہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع روزِ محشر ہی نہیں بلکہ جنت کا دروازہ آپ ہی کے حکم اور ارشاد سے کھولا جائے گا۔ اب ترتیب زمانی میں ایک سے زیادہ امکانات ہو سکتے ہیں۔ پہلا امکان جو حدیث کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے یہ ہے کہ جنت سب سے پہلے آپ کے لئے کھولی جائے گی!

لا افتح لا حد قبلك

یعنی جس وقت آپؐ جنت کے دروازے پر تشریف لے جائیں گے تو آپ کو پہچاننے کے بعد خازنِ جنت عرض کرے گا کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لئے نہ کھولوں۔

یوں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے جنت اہلِ ایمان کے لئے حقیقی معنوں میں جنت بن جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ہی اہل ایمان کے لئے جنت کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

وعن انسؓ قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

اتی باب الجنة یوم القیمة فاستفح فیقول الخازن من انت؟ فاقول "محمد" فیقول "بك اُمرت ان لا افتح لا حد قبلك"(۱۹)

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اُس کو کھلواؤں گا۔ خازنِ جنت کہے گا۔ "آپ ﷺ کون ہیں؟" میں جواب دوں گا "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر خازن کہے گا کہ "مجھے حکم دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی اور کے لئے نہ کھولوں۔

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اُس نے اپنے کرم سے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عالمِ غیب کو عالمِ شہود بنادیا، فاصلے کی طنابیں کھینچ کر زمین کے مشارق و مغارب کو آپؐ کی آنکھوں کے سامنے یک جا اور متشکل فرمادیا اور ماضی و حال و مستقبل کو بے نقاب کر دیا۔ شفاعت اور قیامت سے متعلق احادیث آپ نے پڑھیں۔ سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کا جاوداں معجزہ تو یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی اُمت کو بھی اپنے الفاظ کے آئینے میں مستقبل اور آخرت کی دید کرادی۔ اب حضرتِ ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پیش خدمت ہے۔ جس میں مسلمانوں کی سلطنت کی وسعت کی پیش بینی ہے، اور آپؐ کے بعد پندرہ بیس سال میں دنیا نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کو کس طرح سمیٹ لیا تھا اور کس طرح آپ کے نقش قدم ایک عظیم سلطنت کا حدودِ اربعہ بن گئے، کس طرح دنیا کے خزانے اُمتِ محمدیہ۔ (علیٰ صاحبہا الف الف سلاماً) کے قبضے میں دیدیئے گئے۔ اور یہ چودہ صدیاں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ یہ اُمت قحطِ عام میں کبھی مبتلا نہیں ہوئی اور اس کو مجموعی طور پر کسی دشمن نے مغلوب اور مفتوح نہیں بنایا۔ ہر دور میں کہیں نہ کہیں اسلام کا پرچم سربلند رہا اور حرمین مسلسل مسلمانوں کے آزاد مرکز رہے ہیں، ہاں مسلمان ہی اپنا دشمن رہا جیسا کہ اُس حدیث میں فرمایا گیا جو ہم پیش کرنے جارہے ہیں اور یہ حقیقت بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کس طرح مسلمان کو قتل کر رہا

ہے۔ کراچی کے گلی کوچے اپنی گہرائیوں تک اس خون سے سرخ ہو گئے ہیں۔ مسلمان نے مسلمان کو کس طرح قتل کیا اور کس طرح قتل کر رہا ہے۔ عراق، کویت، ایران اور افغانستان کی زمین، دریاؤں اور فضاؤں سے پوچھئے۔

حضرت ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سمیٹا، پس میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں (مشارق و مغارب) کو دیکھ لیا۔ اور میری اُمت کی حکومت اور بادشاہت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک زمین میرے لئے سمیٹی گئی ہے۔ مجھے دو خزانے سرخ و سفید عطا کئے گئے۔

اور میں نے اپنے رب سے اپنی اُمت کے لئے سوال کیا کہ اُسے عام قحط میں ہلاک نہ کیا جائے اور اُن پر کوئی ایسا غیر مسلم دشمن مسلط نہ کیا جائے جو اُن کی جائے اجتماع (اور مقامِ مرکزیت) کو اُن سے لے لے۔

اور میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد ﷺ کہ جب میں کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو اُسے رد نہیں کیا جاسکتا۔ اور میں نے آپ کی اُمت کے سلسلہ میں آپ کو یہ بات عطا کر دی کہ قحطِ عام سے اُسے ہلاک نہیں کروں گا، اور اُن پر اُن کے سوا اُن کے مرکز پر کسی دشمن کو مسلط نہیں کروں گا، چاہے ساری دنیا کے لوگ اُن کے خلاف جمع ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ خود ایک دوسرے کو قتل اور قید کریں گے۔

ایشیا، یورپ، افریقہ کے بڑے حصے پر مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ مسلمانوں کے علاقوں کو وقتی طور پر کفار نے فتح بھی کر لیا، مگر اُن کے مرکز اور مرکزیت کی علامت کعبہ تک دشمن کے قدم کبھی نہ پہنچ سکے۔ اسی طرح قحط نے بلادِ اسلامیہ پر یوں یلغار نہیں کی امتِ مسلم ہلاک ہو جاتی۔ ہاں مسلمان ایک دوسرے کے خون سے اپنے دامن کو

آلودہ کرتے آئے ہیں۔ حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر ہمارے دور کی افغان خانہ جنگی تک۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا یہ باب اتنا وسیع اور اتنا متنوع ہے کہ صرف احادیثِ معتبر کی روشنی میں آپ کے درجہ رفیع اور مرتبہ بلند پر کئی جلدیں مرتب کی جاسکتی ہیں۔ ہم اس باب کو سمیٹتے ہوئے چند اور پہلوؤں کو پیش کریں گے اور پھر اپنی نظر اور فہم کے مطابق کلام اللہ میں حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے سے متعلق آیات کو مرتب کریں گے۔ بات یہ ہے کہ کلام اللہ کی ہر آیت کے ہر پہلو تک رسائی توفیقِ الٰہی کے مطابق ہی ہوسکتی ہے۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تکمیل فرمائی۔ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کے اولین داعی حضرتِ آدم علیہ السلام تھے اور پھر مختلف اقوام کے لئے مختلف زمینوں اور زمانوں میں یہ دین مختلف انبیائے کرامؑ کے ذریعہ بھیجا گیا یہاں تک کہ فردائے قیامت تک کے سارے انسانوں کے واسطے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو مکمل کیا گیا اور دائمی شکل دے دی گئی۔ اس کے خدوخال قرآنِ حکیم میں محفوظ کر دیئے گئے، اور اس کی عملی شکل اور تفصیلات کا نام سنت اور اسوۂ حسنہ قرار پایا۔

"تمہارے لئے رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعمال واقوال وحیات میں اسوۂ حسنہ اور بہترین نمونہ ہے۔"

یہ بات صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نہیں فرمائی گئی بلکہ اس کے مخاطب قیامت تک کے تمام اہلِ ایمان ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں پر اللہ کی حجتِ آخر ہیں!

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۚ وقف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ (۲۰)

دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے (اور اس سلسلہ میں)

اہلِ کتاب نے جو اختلاف کیا اور ایسی حالت کے بعد کہ اُن تک علم اور دلیل پہنچ چکی تھی، مگر ایک دوسرے سے بڑھنے کے سبب، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرے گا (تو یاد رکھے) کہ بیشک اللہ سریع الحساب ہے (اور بہت جلد حساب لینے والا ہے)

یوں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین کے حتمی مفہوم کو پیش کیا گیا۔ اسلام کے خدوخال اُجاگر کیے گئے۔ اہلِ کتاب کے اختلاف کے اسباب اور نوعیت واضح طور پر سامنے آگئی کہ یہ اختلاف محض ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے ہیں اور یوں کفر اور اسلام کے درمیان کوئی شبہ باقی نہ رہ گیا۔ اعمال کی کوتاہیاں اپنی جگہ، لیکن اب دائمی ٹھکانے کا انحصار ایمان اور کفر پر رہ گیا۔ شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شفاعت کے بارے میں واضح طور پر فرمادیا۔

وھی لمن مات لا یشرك با للّٰہ شیئاً (۲۱)

اور میری شفاعت اُن لوگوں کے لئے ہوگی (جو میری دعوتِ ایمان و توحید کو قبول کر کے) اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔

شفاعت کے بارے میں جو احادیث آپ نے ملاحظہ کیں اُن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شفاعت اُس تعلق کی بنا پر ہوگی جو گنہگاروں کا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگا، یعنی وہ اُمتِ محمدیہ کے افراد ہوں گے۔

شفاعت کے سلسلہ میں اوراقِ گزشتہ میں یہ بات پیش کی جاچکی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سلسلہ اتنا وسیع اور مستحکم ہے کہ یہ سلسلہ صرف انبیائے کرام علیہم السلام تک محدود نہیں بلکہ علماء و شہدائے اُمت محمدی ﷺ تک پھیلا ہوا ہے۔ اہلِ ایمان کے معصوم بچے اور اُن کے اپنے اعمال اُن کی شفاعت کریں گے۔ یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

عن عثمان بن عفانؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیه وسلم یشفع یوم القیمة ثلثة . الانبیاءُ ثم العلماءُ ثم الشهداءُ (۲۲)

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین گروہ (خاص طور پر) شفاعت کریں گے۔ انبیاء علیہم السلام، پھر علماء پھر شہداء،

انبیا، علما، اور شہدا کا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ انبیائے کرام تو اپنی امتوں کے ہادی اور نگراں تھے۔ علماء نے علمِ دین لوگوں تک پہنچایا اور شہیدوں نے اپنی جان کی قیمت پر دین کے حقائق کی صداقت پر گواہی دی۔ ظاہر ہے کہ امتوں کے صالحین اور متقین کو بھی درجۂ شفاعت ان شاء اللہ حاصل ہوگا۔

شفاعت کا رشتہ یومِ آخرت سے ہے۔ قیامت کے دن اس شفاعت کے مناظر کہاں کہاں نظر آئیں گے۔ حوضِ کوثر پر شفیع المذنبین کے دستِ مبارک سے اُن کے امتیوں کو وہ جام عطا ہوگا جس کے بعد کوئی پیاس نہیں لگے گی۔ اور ان کے جھنڈے تلے روزِ حشر کے سورج کی کرنیں نرم روشنی میں بدل جائیں گی۔ یہ بات بھی سامنے آچکی ہے کہ دوسرے انبیائے کرام کے امتیوں کے حق میں بھی آپؐ شفاعت فرمائیں گے کیونکہ انبیائے فلک رفعت اپنے امتیوں کو آپؐ کی خدمت میں بھیجیں گے۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ نبوت کی عمارت آپ ہی کی ذات سے مکمل کی گئی۔ نبوت کا محل مکمل تھا، مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور یہ عظیم محل کس قدر ادھورا معلوم ہوتا تھا جہاں حد درجہ تکمیل ہو وہاں ادنیٰ سی کمی بھی کیسے اُبھر آتی ہے۔

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله، الا موضع لبنة من زاویة، فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له، ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة ؟ قال فانا اللبنة، وانا

خاتم النبیین، (۲۴)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور ان انبیاء کی مثال جو مجھ سے قبل گزرے اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر نہایت اعلیٰ طور پر تعمیر کیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اُس کے گرد گھوم کر اُسے (تحسین کے ساتھ) دیکھتے ہیں اور اُس کی عمدہ تعمیر سے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں لیکن ایک اینٹ کی کمی (شدت سے) محسوس کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! وہ اینٹ میں ہوں، اور میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔

سلسلۂ نبوت کا اختتام اس بات کی دلیل ہے کہ انسانوں کے لئے اللہ کا پیغام مکمل ہو گیا اور قیامت تک کے لئے انسانیت کو کسی نئی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ اب انسان قرآنی تعلیمات کی حدود میں رہ کر نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نئے رنگ بھر سکے گا، ہر عہد کے تقاضوں اور چیلنجوں کا سامنا کر سکے گا۔ قرآنی حدود کا احترام تو لازم ہے، اسی طرح اسوۂ حسنہ بھی اُس کے لئے ایک حد ہے اور پھر اسے مکمل آزادی حاصل ہے۔ آزادی اور حدود کا یہ امتزاج انسان کی فطرت اور خلقت کے عین مطابق ہے۔

صنوبر باغ میں آزاد بھی ہے پابہ گل بھی ہے

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وحدتِ آدم کی دلیل بھی ہے اور اعلان بھی ہے۔ آپ سے پہلے تمام انبیاء کسی ایک قوم یا خطۂ زمین اور کسی ایک عہد کے لئے مبعوث فرمائے گئے، لیکن آپ سارے انسانوں کے لئے، ساری دنیا کے لئے اور اپنے عہد کے علاوہ ہر آنے والے زمانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے۔

وعن جابرؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اعطیت خمسا لم یعطھن احدقبلی ، نصرت بالرعب میسرۃ

شهر، وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا، فایما رجل من اُمتی ادركته صلاة فلیصل، و احلت لی الغنائم ولم تحل لا حد قبلی، واعطت الشفاعة، وكان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عآمة (۲۴)

اور (حضرت) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں (اور فضیلتیں) عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ساتھ مجھے نصرت دی گئی۔ میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک بنا دی گئی (تاکہ) میری اُمت میں سے جس شخص پر نماز کا وقت آ جائے وہ صلوٰۃ ادا کرے۔ میرے لئے غنائم (مالِ غنیمت) حلال کر دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں کی گئیں اور مجھے شفاعت کا حق عطا کیا گیا اور (مجھ سے پہلے) نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے عالمِ انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور نصرت کی علامت آپ کی پیدائش سے متعلق روایات ہیں۔ آتش کدۂ فارس ٹھنڈا پڑ گیا اور کسریٰ کے محل کے کنگرے لرز گئے، اور تاریخ نے آگے چل کر ان علامتوں کو حقائق میں بدلتے دیکھا۔ ایران کے عقائد کی دنیا متزلزل ہو گئی اور روم و ایران کی سلطنتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے قدموں میں آ گریں۔ نماز جو اسلام کی شناخت اور ستون ہے، مسلمان کی عام زندگی کا حصہ یوں بنی کہ اُس کی ادائیگی کے لئے قیدِ مقام ختم ہو گئی۔ اس سے مسجد کی اہمیت اور مرکزیت پر حرف نہیں آتا بلکہ اس سے دین کے دائرے کو وسعت دی گئی۔ مالِ غنیمت یوں جائز ٹھہرا کہ وہ خراج یا ثمرہ کشور کشائی نہیں بلکہ مجاہد کا اکرام ہے۔ شفاعت پر گفتگو ہو چکی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ کہلا کر کہ!

انی رسول اللہ علیکم جمیعا

انسان کی وحدت قائم کر دی گئی جو توحیدِ الٰہی کا توسیعی پہلو ہے۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتیاز اور ایک عطیۂ ربانی کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے، وہ ایک دوسری حدیث میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ امتیاز قرآنِ حکیم اور اسوۂ حسنہ کے ساتھ ساتھ آپ کا ہمیشہ قائم رہنے والا معجزہ ہے۔

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست، اُعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب، و احلت لی الغنائم، و جعلت لی الارض طھورا و مسجدا،و ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون (۲۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ چیزوں میں مجھے انبیا پر فضیلت دی گئی۔ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے، اور رعب کے ساتھ مجھے نصرت عطا کی گئی۔ اور میرے لئے غنائم حلال کی گئیں، اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک بنایا گیا اور میں تمام انسانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا اور میرے ساتھ سلسلۂ نبوت ختم کیا گیا۔

یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا تکملہ ہے۔ اس میں جوامع الکلم کا اضافہ ہے۔ قرآنِ حکیم کی کتنی ہی مختصر آیات اپنے دامن میں انسانی معاشرے، ذات، قانون اور تصورات کی عظیم کتابیں رکھتی ہیں۔

"ولقد کرمنا بنی آدم" شرف انسانیت کی عظیم دستاویز ہے۔

والعصرہ ان الانسان لفی خسر

ایمان اور عملِ صالح اور وصیت حق و صبر سے محروم انسان کی مکمل تاریخ ہے۔ ان پانچ چھ لفظوں میں ساری انسانی تہذیبوں کے بکھرنے کی داستاں سمٹ آتی ہے۔ حضرت امام شافعی کا کیسا بلیغ تبصرہ ہے کہ اگر لوگ سورۂ العصر پر ہی غور و فکر کر لیں تو یہ اُن کی

ہدایت کے لئے کافی ہے۔

الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر

میں آج کی بے سمت، بے مقصد اور انسانیت سوز معاشی کش مکش اور مقابلے کا پورا منظر نامہ سمٹ آیا ہے۔ آج کے انسان نے اپنی روح کو شیطان کے سپرد کر کے حصولِ متاعِ دنیوی کو اپنا مقصدِ حیات بنایا ہے۔ چھوٹا گھر، اُس سے بڑا گھر، بنگلہ، کوٹھی، محل نما مسکن۔

سوزوکی، ٹویوٹا، مرسڈیز سے لے کر رول رائس تک۔ دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کیا ہے۔ وحی متلو کا یہی عکس وحی غیر متلو یعنی حدیث رسول کریم ﷺ میں نظر آتا ہے کہ ایک لفظ میں دبستانِ معانی نظر آتے ہیں اور ایک حرف میں معانی کی تہیں اپنے آپ کو بے نقاب کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ہم عام عجمی مسلمان جو عربی زبان کے رموز نکات سے ناآشنا ہیں، کس آسانی سے ان جوامع الکلم کی فضا میں سانس لیتے ہیں، یہ جاودانی کلمات کس طرح ہمیں یاد ہو جاتے ہیں، کس طرح موقع محل کے مطابق ذہن سے نکل کر ہمارے لبوں سے ادا ہوتے ہیں۔ اسے آپ معجزہ کے سوا کس لفظ سے تعبیر کریں گے۔ چند مثالیں بلا کسی تلاش کے پیش کی جاتی ہیں۔

انما الاعمالُ بالنیات (۲۶)

یہ ایک طویل تر حدیث کا حصہ اور ''جوامع الکلم'' کی بہترین مثال ہے۔ اپنی ظاہری سطح پر بہت سے اعمال یکساں معلوم ہوتے ہیں، مگر اللہ کے ہاں اُن کے اجر کا انحصار نیت پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی مثال دی، ہجرت جو مسلمان کی زندگی کا آئین ہے۔ جس نے اللہ کے لئے ہجرت کی اُس کا اجر اُس کے رب کے پاس ہے تو (تمکین فی الارض، حکومت، باطل پر غلبہ ثانوی اجر ہیں) اللہ کی رضا اور خوشنودی کی جنت اُس کے لئے ہے اور جس نے کسی عورت یا دنیاوی چیز کے لئے ہجرت کی اور وہ عورت یا وہ چیز اُسے مل گئی تو اب اس کے رب کے پاس اُس کے لئے کوئی اجر نہیں۔ اس موضوع پر انما الاعمال بالنیات کی روشنی میں غور کرتے جایئے فکر اور انکشافات کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

الصلوٰۃ معراج المومنین

شہادت توحید و رسالت کے بعد صلوٰۃ السلام کا سب سے اہم رکن اور ستون ہے۔
اسی عبادت نے اسلامی معاشرہ کے سب سے اہم ادارہ یعنی مسجد کی تخلیق کی۔ مسجد مسلم معاشرہ کا سنگِ بنیاد ہے اسی لئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی، پھر مسجدِ جمعہ اور مسجدِ نبوی کی تعمیر کی گئی۔

انبیائے سابقین کی معراج انفرادی ہوتی تھی۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اُن کی اُمت کی معراج بھی تھی۔ نماز اُمتِ محمدیہ ﷺ کے لئے سرورِ کون و مکاں کی معراج کی یادگار اور تحفہ ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان مکالمہ بن جاتی ہے۔

اب بلا کسی تبصرہ کے چند جوامع الکلم آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، آپ اِن پر غور کیجئے۔ آپ کا ایمان ان کلمات کے قفلِ معانی کے لئے کنجی کا درجہ رکھتا ہے۔

۱- **اِنَّ اللّٰہ طیب لایقبل الا طیبا(۲۷)**

اللہ کی ذات پاک اور طیب ہے اور وہ پاکیزہ چیزوں (اور پاکیزہ مال) کے سوا کچھ قبول نہیں فرماتا۔

۲- **من احتکر فھو خاطی (۲۸)**

جس نے احتکار کیا وہ گنہ گار ہے۔ احتکار قیمتوں میں اضافہ کی خاطر ضرورت کی چیزوں کو روک لینے اور بازار میں نہ لانے کا عمل ہے۔ آج کی اصطلاح میں ذخیرہ اندوزی، احتکار کہلاتا ہے۔

۳- **الدین النصیحۃ (۲۹)**

دین خیر خواہی (کا نام) ہے۔

۴- **اعط الأجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ (۳۰)**

مزدور کو اس کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔

۵- **لعنۃ اللّٰہ علی الراشی والمرتشی(۳۱)**

اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور رشوت لینے والے پر،

۶- **افضل الصدقۃ ان تشبع کبدا جائعاً (۳۲)**

بہتر اور افضل صدقہ ہے کہ تم کسی بھوکے کو پیٹ بھر کھانا کھلاؤ۔

۷- **عودوا المریض**

بیمار کی عیادت کرو۔

۸- **المؤمن مرآۃ المومن (۳۴)**

مومن مومن کا آئینہ ہے۔

احادیث کے مجموعوں میں فکر و خیال کے ایسے جزیروں بلکہ دنیاؤں کی کمی نہیں۔ آخری حدیث کے پہلوؤں پر ذرا غور فرمایئے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ آئینہ سچا عکس پیش کرتا ہے اسی لئے ایک مومن کی نگاہ اور فکر میں دوسرے مومن کی حقیقی شخصیت کا عکس نظر آئے گا۔ پھر یہ کہ آئینہ عکس کو مسخ کئے بغیر پیش کرتا ہے۔ مومن، اپنے مومن بھائی کے سلسلہ میں کوئی خیانت نہیں کرے گا۔ یہ پہلو بھی توجہ طلب ہے کہ آئینہ جتنا شفاف اور اعلیٰ درجے کا ہوگا۔ اس میں عکس بھی اُسی درجہ شفاف اور روشن ہوگا۔ پھر مومن کے آئینے میں مومن کا عکس ایک امانت ہے، وہ پیٹھ پیچھے غیبت یا بدگوئی سے کام نہیں لے گا۔ آئینہ میں عکس کی تخلیق کے لئے شبیہ کا سامنے موجود ہونا لازم ہے۔ پھر آئینہ یہاں ایک استعارہ ہے۔ مومن اپنے لئے جو پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے۔ آئینہ میں احتساب کا پہلو بھی ہے۔

صاحبِ کوثر، صاحبِ خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کا جواب اور سیدنا عیسیٰ بن مریمؑ کی بشارت ہیں۔ یہ بات قرآنِ عظیم کی سند پر قائم ہے اور یہ بھی آپؐ کی ذات کا معجزہ ہے کہ حالی کا یہ شعر کثرتِ استعمال کے باوجود تازہ اور شاداب ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

سیدہ اُمِ نبی حضرت آمنہ کا خواب بھی آپؐ کے وجود کی برکات کا ایک استعارہ ہے۔

وعن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله

علیه وسلم انه قال انی عندالله مکتوب خاتم النبین و ان آدم لمنجدل فی طینته و ساخبر کم باول امری، دعوة ابراهیم وبشارة عیسیٰ و رویا اُمی التی رات حین وضعتنی وقد خرج لها نور اضاء لهامنه قصور الشام (۳۴)

عرباض بن ساریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں مجھے خاتم النبین کے طور پر اُس وقت لکھ دیا گیا جب آدم اپنی گوندھی ہوئی مٹی کی شکل میں تھے اور میں تم کو اپنے امر (اور وجود) کی ابتداء کے بارے میں خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا خواب ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ اُن میں سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

اسی نورِ مبین، اسی دعا اور اسی بشارت اور اسی حقیقت بنیادِ خواب کے الفاظ سے اس کے مرتبۂ عالی کا یہ مختصر خاکہ مرتب کیا گیا۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ میری تالیف "حیاتِ محمدی ﷺ قرآنِ حکیم کے آئینہ میں" تین کتابوں کے سلسلے کا آغاز تھی۔ اس سلسلے کی دوسری کتاب "مقام محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینہ میں" ہوگی۔ انشاء اللہ "مقام محمد ﷺ" سر سید یونیورسٹی کے مرکز مطالعہ سیرت کے لئے ترتیب کی گئی ہے۔ اس مرکز کی طرف سے ہم سیرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں اور موضوعات پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ ان کاموں کی تکمیل کے سلسلے میں ہماری اعانت

فرمائے اور میرے رفقاء کو اجر عظیم عطا فرمائے، "مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کے آئینہ میں" کا مقدمہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ احادیث نبوی ﷺ ہی اس کتاب کا بہترین مقدمہ ہیں۔ راقم الحروف نے احادیث کو ترتیب دے کر مقدمہٴ کتاب پیش کیا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہو گی۔

۲۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۶،

۳۔ ایسی بعض دوسری آیات کے نمبر ہیں، ۲/۲۳، ۳/۳، ۴/۱۴، ۷/۱۹۶، ۲۵/۱، ۲۳/۷۶،

۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۳۶،

۵۔ یہاں لفظ کتاب واحد استعمال ہوا ہے، اس سے مراد انجیل مقدس ہو سکتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کتبِ سماوی کے لئے ان کے سرچشمے اور تعلیمات کی وحدت کی بناء پر واحد آیا ہو (کتاب) یہ ان لوگوں کا جواب ہے جو کتبِ سماوی اور قرآنِ حکیم کے اشتراک کی بناء پر قرآن حکیم پر اعتراض کرتے تھے اور کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ان کتابوں کا رشتہ ایک ہی سرچشمے سے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۶۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ۱۷، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ۳۴، فی اسمائہ ﷺ

۷۔ سورۃ المائدہ، آیت ۳،

۸۔ صحیح مسلم بحوالہ مذکورہ،

۹۔ البقرۃ آیت ۱۳۸،

۱۰۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ عبادت الٰہی کے ذریعے ہی اُس کے رنگ انسان کی زندگی میں چمکتے ہیں،

۱۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق، ابوداؤد کتاب السنۃ باب ۱۴،

۱۲۔ ترمذی کتاب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

۱۳۔ سورۃ بقرہ، آیت ۲۵۵،

۱۴۔ سورۃ الاحزاب آیت ۴۴،

۱۵۔ سورۃ النساء، آیت ۱۷۳،

۱۶۔ سورۂ النساء، آیت ۶۴،

۱۷۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنیٰ اہل الجنۃ منزلۃ فیھا، صحیح بخاری کتاب التوحید، باب ۳۶

۱۸۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۶۴،

۱۹۔ صحیح مسلم،

۲۰۔ سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۹،

۲۱۔ ترمذی کتاب صفۃ القامۃ، باب ۱۳،

۲۲۔ ابن ماجہ کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ،

۲۳۔ صحیح بخاری کتاب المناقب، باب خاتم النبیین، مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ خاتم النبیینؐ،

۲۴۔ بخاری کتاب التیمم، باب ا، مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ باب ا،

۲۵۔ مسلم بحوالہ مذکورہ، ترمذی، کتاب السیر، باب ۵،

۲۶۔ بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث ا،

۲۷۔ مسلم کتاب الزکاۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا، ترمذی کتاب التفسیر فی تفسیر سورۃ البقرۃ،

۲۸۔ مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم الاحتکار فی الاقوات،

۲۹۔ مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ،

۳۰۔ سنن الکبریٰ بیہقی، ۴۲/ج ۹، دار الفکر بیروت ۹۶ء،

۳۱۔ ابن ماجہ کتاب الاحکام باب التغلیظ فی الحیف والرشوۃ،

۳۲۔ مشکوۃ باب افضل الصدقۃ، فصل ثالث،

۳۳۔ ابوداؤد کتاب الادب باب فی النصیحۃ والحیاطۃ،

۳۴۔ مشکوۃ، باب فضائل سید المرسلین ﷺ، فصل ثانی،